سیدنا نوح علیہ السلام کی مختصر سرگزشت

مولانا عبدالکریم اثری
(صاحب تفسیر عروۃ الوثقیٰ)

نوح علیہ السلام، آدم علیہ السلام کے بعد پہلے "نبی" ہیں جن کو "رسالت" سے نوازا گیا۔ چنانچہ صحیح مسلم باب شفاعت جلد اول صفحہ ۱۰۷، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ "یا نوح انت اول الرسل الی الارض" "کہ اے نوح علیہ السلام آپ کو زمین پر سب سے پہلا رسول بنا کر بھیجا گیا۔"

ماہرین علم الانساب نے نوح علیہ السلام کو "لامک" کا بیٹا لکھا ہے۔ اور آپ ﷺ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں شیث بن آدم علیہ السلام سے ملایا ہے اور مدت درمیان خلق آدم علیہ السلام و ولادت نوح علیہ السلام ۱۰۵۶ سال بتائی ہے لیکن اس کی حقیقت تخمینہ و قیاس کے سوا کچھ نہیں ہے۔

قرآن کریم میں سیدنا نوح علیہ السلام کا واقعہ اجمالاً یا تفصیلاً تینتالیس جگہ بیان ہوا ہے۔ جس میں زیادہ تفصیل کے ساتھ سورۃ ہود، سورۃ الشعراء اور سورۃ نوح میں بیان کیا گیا ہے اور مجموعی طور پر جن سورتوں میں ذکر کیا گیا ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(آل عمران ۳:۳۱)، (النساء ۴:۱۶۳)، (الانعام ۶:۸۴)، (الاعراف ۷:۵۹،۶۹)، (التوبہ ۹:۷۰)، (یونس ۱۰:۷۱)، (ہود ۱۱:۲۵،۸۹)، (ابراہیم ۱۴:۹)، (الاسراء ۱۷:۳،۱۷)، (مریم ۱۹:۵۸)، (الانبیاء ۲۱:۷۶)، (الحج ۲۲:۴۲)، (المومنون ۲۳:۲۳)، (الفرقان ۲۵:۳۷)، (الشعراء ۲۶:۱۰۵،۱۱۶)، (العنکبوت ۲۹:۱۴)، (الاحزاب ۳۳:۷)، (الصافات ۳۷:۷۵،۷۹)، (ص ۳۸:۱۲)، (المومن ۴۰:۵، ۳۱)، (الشوریٰ ۴۲:۱۳)، (الذاریات ۵۱:۴۶)، (النجم ۵۳:۵۲)، (القمر ۵۴:۹)، (الحدید ۵۷:۲۶)، (التحریم ۶۶:۱۰)، (نوح ۷۱:۱،۲۶)

سیدنا نوح علیہ السلام کی بعثت سے قبل تمام قوم اللہ تعالیٰ کی توحید اور صحیح اسلامی روشنی سے یکسر نا آشنا ہو چکی تھی اور حقیقی الٰہ کی جگہ خود ساختہ بتوں نے لے لی تھی۔ چنانچہ غیر اللہ کی پرستش اور اصنام پرستی ان کا شعار تھا۔ ان لوگوں کی رشد و ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان ہی میں سے ایک ہادی و رہنما مبعوث فرما دیا جس کا نام نوح علیہ السلام تھا۔

نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو راہ حق کی طرف پکارا اور اسلام کی دعوت دی لیکن قوم نے نہ مانا اور آپ ﷺ سے نفرت کی اور حقارت کی نظر سے دیکھا خصوصاً روساء اور امراء قوم نے ان کی تکذیب کی اور تعجب کیا کہ جس شخص کو نہ ہم پر دولت و ثروت میں برتری ہے اور نہ ہی انسانیت کے رتبے سے بڑھ کر کوئی فرشتہ وغیرہ ہے اس کو کیا حق ہے کہ وہ ہمارا پیشوا بنے اور ہم اس کے احکام کی تعمیل کریں اور اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں جن کو ہمارے آباؤ اجداد مانتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا وہ سارے کے سارے غلط تھے اور ایک یہی سچا انسان ہے؟"

خصوصاً جب انہوں نے دیکھا کہ قوم کے غریب اور کمزور افراد نے نوح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیا ہے تو مغرورانہ انداز میں بڑی حقارت سے کہنے لگے کہ "ہم ان کی طرح نہیں ہیں کہ تیرے تابع فرمان بن جائیں اور تجھ کو اپنا مقتدا مان لیں۔" وہ سمجھتے تھے کہ یہ کمزور اور پست لوگ تو نوح علیہ السلام کے اندھے مقلد ہیں نہ یہ ذی رائے ہیں اور نہ ہی ذی شعور کہ حقیقت حال کو سمجھ لیتے اور اگر وہ نوح علیہ السلام کی بات کی طرف توجہ بھی دیتے تو ان سے اصرار کرتے کہ پہلے ان پست اور غیر افراد قوم کو اپنے پاس سے نکال دے تب ہم تیری بات سنیں گے کیونکہ ہم کو ان سے گھن آتی ہے اور ہم اور یہ لوگ ایک جگہ نہیں بیٹھ سکتے۔

نوح علیہ السلام ان کا ایک ہی جواب دیتے کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اللہ کے مخلص بندے ہیں اگر میں ان کے ساتھ ایسا معاملہ کروں جس کے تم خواہش مند ہو تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے میرے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ میں اس کے درد ناک عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس کے پاس اخلاص کی قدر ہے امیر و غریب کا وہاں کوئی سوال نہیں ہے اور فرمایا کہ میں تمہارے پاس اللہ کی ہدایت کا پیغام لے کر آیا ہوں نہ میں نے غیب دانی کا دعویٰ کیا ہے اور نہ فرشتہ ہونے کا۔ میں اللہ کا رسول ہوں اور دعوت و ارشاد میرا مقصد و منصب ہے۔ مجھے سرمایہ داری، بلندی، غیب دانی یا فرشتہ ہونے سے کیا واسطہ؟ اور یہ کمزور نادار اور افراد قوم جو اللہ پر سچے دل سے ایمان لائے تمہاری نگاہ میں اس لئے حقیر و ذلیل ہیں کہ وہ تمہاری طرح صاحب دولت و مال نہیں ہیں اور اس لئے تمہارے خیال میں یہ "خیر" حاصل کر سکتے

ہیں اور نہ سعادت کیونکہ یہ دونوں چیزیں دولت وحشمت کے ساتھ ہیں نہ کہ محبت واخلاص کے ساتھ۔

نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ یاد رکھو کہ اللہ کی سعادت و "خیر" کا قانون ظاہری دولت و حشمت کے تابع نہیں ہے نہ اس کے یہاں سعادت وہدایت کا حصول وادراک سرمایہ کی رونق کے زیر اثر ہے بلکہ اس کے برعکس طمانیت نفسی، رضاء الٰہی، غنائے قلب اور اخلاص نیت وعمل پر موقوف ہے یہی نہیں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر نوح علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اس بات کا اعلان بھی کیا کہ لوگو! مجھ کو اپنی اس ابلاغ دعوت وارسال ہدایت میں نہ تمہارے مال کی خواہش ہے نہ جاہ ومنصب کی، نہ میں اجرت کا طلب گار ہوں، اس خدمت کا حقیقی اجر وثواب اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور وہی بہترین قدردان ہے، جیسا کہ آپ پیچھے اس سورۂ ہود میں پڑھ چکے ہیں کہ قوم کے ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی کہا:

"ہم تو تم میں اس کے سوا کوئی بات نہیں دیکھتے کہ ہماری ہی طرح کے ایک آدمی ہو اور جو لوگ تمہارے پیچھے چلے ہیں ان میں بھی ان لوگوں کے سوا کوئی دکھائی نہیں دیتا جو ہم میں کمینے ہیں اور بے سوچے سمجھے تمہارے پیچھے ہو لئے ہیں۔ ہم تو تم لوگوں میں اپنے سے کوئی برتری نہیں پاتے بلکہ سمجھتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو۔"

نوح علیہ السلام نے کہا "اے میری قوم کے لوگو! تم نے بھی اس بات پر بھی غور کیا کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل روشن پر ہوں اور اس نے اپنے حضور سے ایک رحمت مجھے بخش دی ہے (یعنی راہ حق دکھا دی ہے) مگر وہ تمہیں دکھائی نہ دے تو (میں اس کے سوا کیا کر سکتا ہوں جو کر رہا ہوں؟) کیا ہم جبراً تمہیں دکھا دیں حالانکہ تم اس سے بیزار ہو؟" "لوگو! جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تو اس پر مال و دولت کا تم سے طالب نہیں میری خدمت کی مزدوری جو کچھ ہے صرف اللہ پر ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں (وہ تمہاری نگاہوں میں کتنے ذلیل ہوں گے لیکن) میں ایسا کرنے والا نہیں کہ اپنے پاس سے انہیں ہنکا دوں انہیں بھی اپنے پروردگار سے (ایک دن) ملنا ہے (اور وہ ہم سب کے اعمال کا حساب لینے والا ہے) لیکن (میں تمہیں سمجھاؤں تو کس طرح سمجھاؤں؟) میں دیکھتا ہوں کہ تم ایک جماعت ہو (حقیقت سے) جاہل۔

اور اے میری قوم کے لوگو! مجھے بتلاؤ اگر میں ان لوگوں کو اپنے پاس سے نکال باہر کروں (اور اللہ کی طرف سے مواخذہ ہو جس کے نزدیک ایمان وعمل ہے نہ کہ تمہاری گھڑی ہوئی شرافت ورذالت) تو اللہ کے مقابلہ میں کون ہے جو میری مدد کرے گا؟ (افسوس تم پر!) کیا تم غور نہیں کرتے؟ اور دیکھو میں تم

سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں، نہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ جن لوگوں کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو اللہ انہیں کوئی بھلائی نہیں دے گا (جیسا کہ تمہارا خیال ہے) اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ ان لوگوں کے دلوں میں ہے اگر میں (تمہاری خواہش کے مطابق ایسا کہوں تو جو بھی ایسی بات کہی میں ظالموں میں سے ہو گیا۔"

(سورۂ ہود ۱۱: ۲۷ تا ۳۱)

مختصر یہ کہ نوح علیہ السلام نے انتہائی کوشش کی کہ بدبخت قوم سمجھ جائے اور رحمت الٰہی کی آغوش میں آجائے مگر قوم نے نہ مانا اور جس قدر اس جانب سے تبلیغ حق میں جدوجہد ہوئی اسی قدر قوم کی جانب سے بغض وعناد میں سرگرمی کا اظہار ہوا اور ایذا رسانی اور تکلیف دہی کے تمام وسائل کا استعمال کیا گیا اور ان کے بڑوں نے عوام سے صاف صاف کہہ دیا کہ تم کسی طرح اپنے معبودوں یعنی ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کی پرستش کو نہ چھوڑو جو کہ ہماری قوم کے بزرگ تھے اور ان کے مجسمے (بت) ان کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے آج بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔

اس بحث کو سورۂ نوح میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس سے بلاشبہ ہدایت وضلالت کے اہم مسائل کو آشکار کر دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد الٰہی کا ترجمہ اس طرح ہے کہ:

"ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف بھیجا (اس ہدایت کے ساتھ) کہ اپنی قوم کے لوگوں کو خبردار کر دے، اس سے پہلے کہ ان کے پاس ایک دردناک عذاب آئے۔ اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو! میں تمہارے لئے ایک صاف صاف خبردار کر دینے والا (پیغمبر) ہوں (تم کو آگاہ کرتا ہوں) کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، اللہ تمہارے گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور تمہیں ایک مقرر وقت تک باقی رکھے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاتا ہے تو پھر ٹالا نہیں جاتا، کاش تمہیں اس کا علم ہو"۔ (نوح ۷۱: ۱ تا ۴)

اس طرح نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو آگاہ کر دیا کہ جن گمراہیوں اور اعتقادی واخلاقی خرابیوں میں وہ مبتلا ہیں وہ ان کو اللہ کے عذاب کا مستحق بنا دیں گی اور اگر وہ ان سے باز نہ آئے تو اس کا نتیجہ یقیناً ان کی تباہی وبربادی ہوگا۔ اس میں گویا تین باتیں تھیں جو سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی رسالت کا آغاز کرتے ہوئے اپنی قوم کے سامنے بحکم الٰہی پیش کیں۔ ایک اللہ کی بندگی کرو، دوسرے تقویٰ اختیار کرو اور تیسرے رسول کی اطاعت بجا لاؤ۔

اللہ کی بندگی کا مطلب یہ تھا کہ دوسروں کی بندگی اور عبادت چھوڑ کر صرف اور صرف اللہ ہی

کو اپنا معبود تسلیم کر کے اس کی پرستش کرو اور اس کے احکام بجالاؤ۔ تقویٰ کا مطلب یہ تھا کہ ان کاموں سے پرہیز کرو جو اللہ کی ناراضگی اور اس کے غضب کا موجب ہیں اور اپنی زندگی میں وہ روش اختیار کرو جو اللہ کا ڈر رکھنے والے لوگوں کو اختیار کرنی چاہیے۔ رہی تیسری بات کہ "میری اطاعت کرو"۔ تو اس کا مطلب یہ تھا کہ ان احکام کی اطاعت کرو جو اللہ کا رسول ہونے کی حیثیت سے تمہیں دیتا ہوں۔ انجام کار جب قوم کی اکثریت نے آپ کی ایک نہ سنی یعنی ہر بات کو ان سنی کر دیا تو نوح علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا:

"اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو شب و روز پکارا مگر میری پکار نے ان کے فرار ہی میں اضافہ کیا اور جب بھی میں نے ان کو بلایا تاکہ تو انہیں معاف کر دے تو انہوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے منہ ڈھانک لئے اور اپنی روش پر اڑ گئے اور بڑا ہی تکبر کیا۔ پھر میں نے ان کو ہانک پکار کر دعوت دی اور میں نے ان کو اعلانیہ بھی تبلیغ کی اور چپکے چپکے بھی سمجھایا۔ میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو، بلاشبہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا۔ تمہیں مال اور اولاد سے نوازے گا، تمہارے لئے باغات پیدا کرے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کر دے گا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کے لیے تم کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے حالانکہ اس نے طرح طرح سے تم کو بنایا ہے، کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہ بہ تہ بنائے اور ان میں چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا؟ اور اللہ نے تم کو زمین سے عجیب طرح اگایا پھر وہ تمہیں اس زمین میں واپس لے جائے گا اور اس سے یکایک تم کو نکال کھڑا کرے گا اور اللہ نے زمین کو فرش کی طرح تمہارے لئے بچھا دیا تاکہ تم اس کے اندر کھلے راستوں میں چلو۔ نوح علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! انہوں نے میری بات رد کر دی اور ان (رئیسوں) کی پیروی کی جو مال اور اولاد پا کر اور زیادہ نامراد ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے بڑا بھاری مکر کا جال پھیلا رکھا ہے، انہوں نے کہا کہ ہرگز نہ چھوڑو "ود" "سواع" اور "یغوث" "یعوق" اور "نسر" کو انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے اور تو بھی ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں ترقی نہ دے۔ اپنی خطاؤں کی بنا پر ہی وہ غرق کئے گئے اور آگ میں جھونک دیئے گئے۔ پھر انہوں نے اپنے لئے اللہ سے بچانے والا کوئی مددگار نہ پایا اور نوح علیہ السلام نے کہا" اے میرے رب! ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی نسل سے جو بھی پیدا ہوگا بدکار اور سخت کافر ہی ہوگا۔" (نوح ۷۱: ۵تا۲۷)

اس جگہ قرآن کریم میں نوح علیہ السلام کی قوم کے جس مکر کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ اس سے مراد قوم کے ان سرداروں اور پیشواؤں کے وہ فریب ہیں جن سے وہ اپنی قوم کے عوام کو حضرت نوح علیہ السلام کی تعلیمات کے خلاف بہکانے کی کوشش کرتے تھے۔ مثلاً وہ کہتے تھے کہ نوح علیہ السلام تمہی جیسا ایک آدمی ہے، کیسے مان لیں کہ اس پر اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے؟ (الاعراف ۷: ۶۳، ہود ۱۱: ۲۷) نوح کی پیروی تو ہمارے اراذل نے بے سوچے سمجھے قبول کر لی ہے، اگر اس کی بات میں کوئی وزن ہوتا تو قوم کے اکابر اس پر ایمان لاتے۔ (ہود ۱۱: ۲۷) اللہ کو اگر کوئی رسول بھیجنا ہوتا تو کوئی فرشتہ بھیجتا (المومنون ۲۳: ۲۴) اگر یہ شخص اللہ کا بھیجا ہوا ہوتا تو اس کے پاس خزانے ہوتے، اس کو علم غیب ہوتا اور یہ فرشتوں کی طرح تمام انسانی حاجات سے بے نیاز ہوتا۔ (ہود ۱۱: ۳۱) نوح اور اس کے پیروؤں میں آخر کونسی کرامت نظر آتی ہے جس کی بناء پر اس کی فضیلت مان لی جائے۔ (ہود ۱۱: ۲۷) یہ شخص دراصل تم پر اپنی سرداری جمانا چاہتا ہے۔ (المومنون ۲۳: ۲۴) اور اس شخص پر کسی جن کا سایہ ہے جس نے اسے دیوانہ بنا دیا ہے۔ (المومنون ۲۳: ۲۵) آپ غور کریں گے تو قریب قریب یہ ساری باتیں وہی ہیں جن سے قریش کے سردار ہمارے نبی اعظم و آخر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف لوگوں کو بہکایا کرتے تھے اور آج بھی یہ ساری باتیں روسا قوم خواہ وہ مذہبی پیشوا ہوں یا سیاسی لیڈر سب پر من وعن صادق آتی ہیں لیکن ان وقت کے مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کا نام لینا اس وقت سے بھی زیادہ مشکل ہے کیونکہ وہ مذہبی اور سیاسی راہنما اعتقادی اور عملی دونوں حالات میں مختلف تھے اور اس وقت یہ سارے کے سارے اعتقادی لحاظ سے مسلمان کہلاتے ہیں اور عملی طور پر ان لوگوں سے بھی گئے گزرے ہیں اس لئے ان کا نام لینا لوہے کے چنے چبانے کے مترادف ہے۔

اس جگہ نوح علیہ السلام کے وقت کے جن پانچ معبودان باطلہ کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے وہ بالکل وہی ہے جنہیں بعد میں اہل عرب نے بھی پوجنا اور پکارنا شروع کر دیا تھا اور آغاز اسلام کے وقت عرب میں بھی جگہ جگہ ان کے مندر اور معبد خانے بنے ہوئے تھے۔ بعید نہیں کہ طوفان میں جو لوگ بچ گئے تھے ان کی زبان سے بعد کی نسلوں نے قوم نوح علیہ السلام کے قدیم معبودوں کا ذکر سنا تھا اور جب از سر نو ان کی اولاد میں جاہلیت پھیلی تو انہی معبودوں کے بت بنا کر انہوں نے پھر پوجنا شروع کر دیا تھا۔

چنانچہ اس وقت "ود" قبیلہ قضاعہ کی شاخ بنی کلب بن وبرہ کا معبود تھا جس کا استھان انہوں نے دومۃ الجندل میں بنا رکھا تھا۔ عرب کے قدیم کتبات میں "ودم ابم" لکھا ہوا ملتا ہے۔ کلبی کا بیان ہے کہ اس کا بت ایک نہایت عظیم الجثہ مرد کی شکل کا بنا ہوا تھا۔ قریش کے لوگ بھی اس کو معبود مانتے تھے اور

اس کا نام ان کے ہاں "وڈ" تھا۔ ان کے نام پر تاریخ میں ایک شخص کا نام "عبدود" ملتا ہے۔

"سواع" قبیلہ ہذیل کی دیوی تھی اور اس کا بت عورت کی شکل کا بنایا گیا تھا۔ ینبوع کے قریب رہاط کے مقام پر اس کا معبد واقع تھا۔

"یغوث" قبیلہ طے کی شاخ انعم اور قبیلہ مذحج کی بعض شاخوں کا معبود تھا۔ مذحج والوں نے یمن اور حجاز کے درمیان "جرش" کے مقام پر اس کا بت نصب کر رکھا تھا جس کی شکل شیر کی تھی۔ قریش کے لوگوں میں بھی بعض کا نام عبد یغوث ملتا ہے۔

"یعوق" یمن کے علاقہ ہمدان میں قبیلہ ہمدان کی شاخ "خیوان" کا معبود تھا اور اس کا بت گھوڑے کی شکل کا تھا۔

"نسر" حمیر کے علاوہ یمن قبیلہ حمیر کی شاخ آل ذوالکلاع کا معبود تھا اور "بلخع" کے مقام پر اس کا بت نصب تھا جس کی شکل گدھ کی تھی۔ سبا کے قدیم کتبوں میں اس کا نام "نسور" لکھا ہے اور اس کے مندر کو وہ لوگ "بیت نسور" اور اس کے پجاریوں کو اہل نسور کہتے تھے۔ قدیم مندروں کے جو عرب اور اس کے متصل علاقوں میں پائے جاتے ہیں ان میں سے بہت سے مندروں کے دروازوں پر گدھ کی تصویر بنی ہوئی ہے۔

اس جگہ بعض مفسرین اور قصص القرآن کے مرتبین نے اختصاراً نوح علیہ السلام کی اس دعا کا ذکر کیا ہے جو سورہ نوح کی آیت ۲۶ میں مذکور ہے:

"اے میرے رب ان کافروں میں سے کوئی اس زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ اگر تو نے ان کو چھوڑا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے۔"

جس کے اثر سے ساری قوم تباہ ہوگئی حالانکہ نبی رحیم و کریم ہوتا ہے لہٰذا آپ نے قوم کی ہدایت کی دعا کے بجائے اس کی ہلاکت کی دعا کر دی۔ حالانکہ یہ بات صحیح نہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دوسری کتب احادیث میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

كأني أنظر إلى النبي ﷺ يحكي نبيا من الأنبياء ضربه قومه فأدموه وهو يمسح الدم ويقول اللهم اغفر لقومي فإنهم لا يعلمون. (فتح الباری شرح صحیح بخاری، پارہ ۱۳، ص ۲۹۵)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گزشتہ نبیوں میں سے کسی نبی کا ذکر کیا تو فرمایا کہ اسے قوم نے مار مار کو خون آلود کر دیا تب بھی اس اللہ کے بندے کی زبان سے یہی سنا گیا کہ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما اور اس کو بخش دے کہ وہ نادان ہیں مجھے (بحیثیت رسالت) وہ پہچانتے نہیں ہیں۔

اس پر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

هذا النبي الذي جرى له ما حكاه النبي ﷺ من المتقدمين وقد جرى لنبينا نحو ذلك يوم أحد (فتح الباری شرح صحیح بخاری، پارہ ۱۳، ص ۲۹۵)

ترجمہ: "یہ نبی جس کا ذکر ہوا کوئی گزشتہ نبی ہے، لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ احد میں بالکل ایسا ہی ہوا"۔

بخاری کی زیر نظر حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری جلد ۱۳ ص ۲۹۵ میں فرماتے ہیں کہ:

"لم أقف على اسم هذا النبي صريحا ويحتمل أن يكون هو نوح عليه السلام"

مجھے اس نبی کا نام صریحاً معلوم نہیں ہوا لیکن احتمال یہی ہے کہ یہ نوح علیہ السلام کا واقعہ ہے لیکن اس کی وضاحت دوسری جگہ اس طرح موجود ہے کہ:

قال كانوا يضربون نوحا حتى يغشى عليه فإذا أفاق قال رب اغفر لقومي فإنهم لا يعلمون.

"نوح علیہ السلام کو اتنا مارا جاتا کہ وہ بے ہوش ہو جاتے پھر جب اس کو افاقہ ہوتا تو ان کی زبان مبارک پر یہی ہوتا کہ اے اللہ! میرے رب! میری قوم کو بخش دے کہ وہ نادان ہیں مجھے پہچانتے نہیں (کہ میں اللہ کا رسول ہوں)"۔ (درمنثور ج ۳ ص ۹۳، بحوالہ ابن عساکر عن مجاہد)

ایک جگہ اس طرح تحریر ہے کہ:

قال إن كان نوح يضربه قومه حتى يغمى عليه ثم يفيق فيقول اهد قومي فإنهم لا يعلمون. (درمنثور ج ۳ ص ۹۳، بحوالہ کتاب الزہد امام احمد و ابن ابی شیبہ و ابن عساکر و ابونعیم عن عبید اللہ بن عمیر اللیثی)

ایک جگہ اس طرح ہے کہ:

قال شقيق قال عبد الله لقد رأيت النبي ﷺ وهو يمسح الدم عن وجهه وهو يحكي نبيا من الأنبياء وهو يقول اللهم اهد قومي فإنهم لا يعلمون

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک اسلامی جنگ (احد) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا جس سے خون بہنے لگا تو آپ ﷺ اپنا خون صاف فرماتے اور ساتھ ساتھ حکایتاً یہ فرماتے تھے کہ آخر پچھلے نبیوں کے ساتھ تو شروع ہی سے یہ ہوتا آیا ہے۔ چنانچہ نوح علیہ السلام کے ساتھ بھی ایسا ہوا تھا انہوں نے صبر سے کام لیا اور مجھے بھی صبر سے کام لینا ہے۔

رہی یہ دعا جس کا ذکر اس جگہ یعنی سورہ نوح میں ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کے بعد کی

ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ:

واوحی الی نوح انه لن یومن من قومک الا من قد امن فلا تبتئس بما کانوا یفعلون

اور نوح علیہ السلام پر وحی کی گئی کہ تیری قوم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا اب کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے۔ پس جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس پر (بیکار کو) غم نہ کھا۔ (ہود ۱۱: ۳۶)

اس طرح جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان کر دیا گیا تو نوح علیہ السلام نے بھی اس کی تائید میں بارگاہ خداوندی میں وہ دعا ارشاد فرمائی۔ جس کا ذکر اس جگہ موجود ہے لیکن مفسرین میں سے معترضین حضرات نے اس طرف دھیان نہیں دیا ورنہ ان پر بات صاف واضح ہو جاتی اور وہ کبھی اعتراض نہ کرتے کیونکہ نوح علیہ السلام کی یہ قوم کے حق میں بددعا نہیں بلکہ فیصلہ الٰہی کی تائید کی جا رہی ہے کہ اے رب العالمین جو تیرا فیصلہ ہے وہ بالکل حق ہے کہ ان کے ہاں جو بچہ بھی پیدا ہوگا اس کی راہ انہی کی ہوگی۔ اب اس قوم کا زندہ رہنا خود اس کے حق میں بھی مفید ہونے کی بجائے نقصان ہی کا باعث ہے کہ یہ لوگ وقت کے ساتھ اپنے گناہوں میں مزید اضافہ ہی کریں گے۔ ان سے کسی خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی اس لئے کہ اے اللہ! تیرا کیا ہوا فیصلہ کبھی خطا نہیں ہوتا اور نہ ہی تو اس کو خطا ہونے دیتا ہے اس لئے کہ تو ہر چیز پر قادر ہے اور تیرے قبضہ قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں پھر تیرے فیصلہ کے خلاف کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ اس لئے معترضین کا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس نے خود اس کی تردید فرمادی ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام پر وحی فرما کر جیسا کہ سورہ ہود کی آیت ۳۶ سے واضح ہے۔ اس طرح کے سارے معترضین کے منہ میں مٹی ڈال دی ہے۔

اس فیصلہ الٰہی کے بعد اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو ایک کشتی تیار کرنے کا حکم دے دیا۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں کئی ایک مقامات پر کیا گیا ہے۔ چنانچہ الٰہی فیصلہ کے اعلان کے بعد سورہ ہود میں اس طرح ارشاد فرمایا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

”اور ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم کے مطابق ایک کشتی بنانا شروع کر دے اور ان ظالموں کے متعلق اب ہم سے کچھ عرض معروض نہ کر، یقیناً یہ لوگ غرق ہو جانے والے ہیں۔“ (ہود ۱۱: ۳۷)

اس طرح جب اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو اپنے قانون جزائے اعمال کے مطابق سرکشوں کی سرکشی اور متمردوں کے تمرد کی سزا کا اعلان کر دیا اور حتمی انتقام کے لئے پہلے نوح علیہ السلام کو ہدایت فرمائی کہ وہ ایک کشتی تیار کریں تاکہ اسباب ظاہری کے اعتبار سے وہ خود اور دوسرے مومنین قانتین اس عذاب سے محفوظ رہیں اور یہ سارا کام ان متمردین کی آنکھوں کے سامنے ہو جو اللہ تعالیٰ کے

فرمانوں پر نازل ہونے والا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جب حکم الٰہی کشتی بنانی شروع کی تو کفار نے نوح علیہ السلام کا مذاق اڑانا شروع کر دیا اور جب بھی ان کا ادھر سے گزر ہوتا تو کہتے کہ بہت خوب! جب ہم غرق ہونے لگیں گے اس وقت تو اور تیرے ساتھی اس کشتی میں محفوظ رہ کر نجات پا جائیں گے یہ کتنا احمقانہ خیال ہے اور حضرت نوح علیہ السلام بھی ان کو انجام کار سے غفلت اور اللہ کی نافرمانی پر جرأت دیکھ کر انہی کے طرز پر جواب دیتے اور اپنے کام میں مشغول رہتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ان کو حقیقت حال سے آگاہ فرما دیا تھا۔ چنانچہ اس سورہ ہود میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ”اے نوح (علیہ السلام) تو ہماری حفاظت میں ہماری وحی کے مطابق کشتی تیار کئے جا اور اب مجھ سے ان کے متعلق کچھ سوال نہ کر یہ لوگ بلاشبہ غرق ہونے والے ہیں۔“

اب سفینہ بن کر اللہ تعالیٰ کے وعدہ عذاب کا وقت قریب آیا اور نوح علیہ السلام نے اس سے پہلی علامت کو دیکھا جس کا ذکر ان سے کیا گیا تھا کہ ”زمین کی تہ میں سے پانی کا چشمہ ابلنا شروع ہو جائے گا“ اور جب وحی الٰہی کے مطابق چشمہ ابل پڑا تو اس وقت وحی الٰہی نے ان کو حکم سنایا کہ کشتی میں اپنے خاندان کو بیٹھنے کا حکم دو اور تمام جانداروں میں سے جن کی آپ کو ضرورت ہے ان کا ایک ایک جوڑا بھی کشتی میں سوار کر لو اور وہ مختصر جماعت بھی جو آپ پر ایمان لا چکی ہے۔ سب کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ اس حکم الٰہی کے بعد آسمان کو حکم الٰہی ہوا کہ پانی برسانا شروع کر دے اور زمین کو حکم ہوا کہ وہ اپنا پانی باہر نکالنا شروع کر دے اس طرح ہر طرف سے یہ طوفان امڈ آیا اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم تکوینی کے مطابق نوح علیہ السلام اور دوسرے سارے انسانوں اور حیوانوں کو بچا لیا گیا جو کشتی میں سوار کر لئے گئے تھے اور باقی قوم کو نوح علیہ السلام اور آپ پر ایمان لانے والوں کی آنکھوں کے سامنے غرق کر کے رکھ دیا۔ اس طرح وہ سب قانون الٰہی کے مطابق اپنے اعمال کی پاداش میں کیفر کردار کو پہنچ گئے۔ اس میں کتنی مدت لگی اور یہ سیلاب کتنے وقت تک رہا اور کشتی کی پوری داستان کہ وہ کتنی لمبی، چوڑی اور اونچی تھی اس کی ایک منزل تھی یا دو تھیں سب کا ذکر سورہ الاعراف کی آیت ۶۴ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو عروۃ الوثقیٰ، جلد سوم، آیت مذکورہ)

”جب کشتی پانی پر تیرنے لگی اور پانی جوں جوں وقت گزر رہا تھا چڑھتا ہی چلا جا رہا تھا تو اس وقت نوح علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کا اپنا بیٹا بھی اپنے آپ کو طوفان سے بچانے کے لئے اپنی عقل و فکر کے مطابق کوشش میں مصروف ہے تو فطری تقاضے کے مطابق بیٹے کو آواز دے دی کہ ”اے میرے بیٹے! ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جاؤ اور کافروں کے ساتھ نہ رہو۔“ بیٹے نے ایسے نازک وقت میں بھی باپ کی

ایک نہ مانی بلکہ رو در رو باپ کو جواب دیا کہ "میں پہاڑ پر پناہ لوں گا وہ مجھے پانی کی زد سے بچا لے گا"۔ نوح علیہ السلام نے بیٹے کا جواب سن کر ارشاد فرمایا کہ بیٹا (تو کس خیال خام میں مبتلا ہے؟) آج اللہ کی (ٹھہرائی ہوئی) بات سے کوئی بچانے والا نہیں مگر ہاں! وہی جس پر رحم کرے۔" (ہود ۱۱:۴۳) باپ بیٹے میں یہ بات جاری ہی تھی کہ "دونوں کے درمیان ایک ایسی موج حائل ہوئی کہ نوح علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے آپ کے بیٹے کو بہا کر لے گئی اور اس طرح آپ کا بیٹا دوسرے کافروں کے ہمراہ غرق کر کے رکھ دیا گیا۔" (ہود ۱۱:۴۳)

اس فطری اضطرار کی حالت میں نوح علیہ السلام نے اپنے رب کریم کو صدا دی کہ "اے میرے اللہ! میرا بیٹا تو میرے گھر کے لوگوں سے ہے اور یقیناً تیرا وعدہ بھی سچا ہی ہوتا ہے، تجھ سے بہتر فیصلہ کرنے والا بھی اور کوئی نہیں۔" اصل ماجرا کیا ہے؟ اس پر ہمارے بعض مفسرین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ نوح علیہ السلام نے یہ دعا کر کے ایک غلطی کی۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ بات خود ان مفسرین کی سمجھ میں نہ آئی اور اعتراض نوح علیہ السلام پر جڑ دیا اور پھر خود ہی سوال اٹھا کر اس کے فرضی جواب دینے شروع کر دیئے۔

بلاشبہ یہ نوح علیہ السلام نے استدعا کی لیکن کب کی؟ جب کہ بیٹا غرق ہو چکا تھا۔ تو پھر یہ دعا بیٹے کے بچا لینے کی دعا کیسے ہوئی؟ بیٹے کے بچائے جانے کی دعا تو اس وقت متصور ہوتی جب وہ زندہ ہوتا اور آپ علیہ السلام اللہ سے فرماتے کہ اللہ میرا بیٹا ڈوبا جا رہا ہے، اس کو بچا لے۔ حالانکہ اس کو ڈوبتا دیکھ کر اس کو اس بات کی تلقین فرمائی ہے کہ بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہو جا کہ تیری جان بچ سکے لیکن جب بیٹا نہ مانا بلکہ اپنے والد کو اس سوال کا جواب رو در رو سنا دیا کہ میں پہاڑ پر چڑھ کر جان بچاؤں گا اب تیری بیڑی اس پانی سے نہیں بچ سکتی یہ تو ابھی کسی پہاڑ کے ساتھ ٹکرا کر پاش پاش ہونے والی ہے۔ اس کی یہ بات سن کر پھر اس کو جواب بھی دیا کہ آج اللہ کی ٹھہرائی ہوئی بات سے بچانے والا کوئی نہیں؟ لیکن جب اپنے عمل کی پاداش میں وہ دھر لیا گیا اور جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا تو اب اس بات کی گویا وضاحت طلب کی تاکہ آنے والے لوگوں کو بھی اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ نجات کا دار و مدار ہر انسان کے اپنے اعتقاد و عمل کے ساتھ خاص ہے اور اللہ کی توفیق سے جب تک کوئی انسان خود اپنے کیے کی معافی طلب نہیں کرتے، دوسروں کی اپیلوں سے نجات وابستہ نہیں کی گئی۔ اپیل کرنے والا خواہ کوئی ہی کیوں نہ ہو۔ حتیٰ کہ اللہ کا رسول بھی کسی کے لیے اپیل کرے جب کہ اس کے اپنے اعمال و اعتقاد درست نہ ہوں تو اس کو وہ اپیل کچھ فائدہ نہیں دیتی اور نہ ہی نجات کا دار و مدار حسب و نسب پر رکھا گیا کہ کوئی فرد یا کوئی

قوم بچا ہے جو کچھ بھی کرتی رہے اس کو گرفت نہیں ہوگی؟ اس لئے کہ وہ بخشے بخشوائے لوگوں کی نسل و اولاد ہے۔

چونکہ خود اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ "تیرے اہل کو نجات دی جائے گی اور اس کے ساتھ ہی استثناء بھی کر دی کہ "مگر ہاں! وہ لوگ تیرے اہل و عیال میں داخل ہی نہیں جن کے متعلق پہلے ہی فیصلہ کیا جا چکا ہے۔" اگر نوح علیہ السلام یہ سوال نہ اٹھاتے جو آپ نے بارگاہ ایزدی میں اٹھایا تو نہ معلوم کتنے لوگ نوح علیہ السلام کے بیٹے کو آپ کا بیٹا سمجھتے ہوئے اہل ہی سمجھتے اور ان کے ذہن میں یہ سوال اٹھتا کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا نوح علیہ السلام کا اہل ہونے کے باوجود غرق کیسے ہو گیا؟ اس لئے نوح علیہ السلام کے سوال کے جواب میں اللہ نے پوری وضاحت فرما دی کہ اے نوح علیہ السلام! وہ تیرا اہل ہی کب تھا؟ کہ ہم نے اس کو نہیں بچایا؟ "لیس من اھلک" "وہ تیرا اہل تھا ہی نہیں اس لئے کہ "انہ عمل غیر صالح" وہ تو (سرتاپا) عمل بد ہے یعنی جب وہ تیری راہ نہ چلا اور بدعملوں کا ساتھی ہوا تو فی الحقیقت تیرے حلقہ قرابت سے وہ باہر ہو گیا اور اب اسے اپنا نہ سمجھ۔

اس طرح نوح علیہ السلام کو اس طرح کے سوال سے روک کر آنے والی ساری نسلوں کو یہ سبق سکھا دیا کہ جس سے سوال کر رہا ہوں، اس سے ایسا سوال کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ ایسی باتوں کو سمجھانے کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام ہی کو مخاطب فرما کر نبی کی قوم سے بات کرتا ہے تاکہ قوم جزبز ہونے کی بجائے غور و فکر سے کام لے اور دوسری بات یہ تفہیم کرا دی کہ بلاشبہ یہ دعا بھی ایک طرح کا سوال ہی ہے لیکن ہر سوال دعا نہیں اور کچھ تو انھوں نے اس بات کو نہیں سمجھا اور نہ سمجھنے کی کوشش کی اور رسول اللہ یعنی نوح علیہ السلام پر اعتراض جڑ دیا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو غرق ہونے سے بچانے کی دعا کی حالانکہ یہ بات فی نفسہٖ صحیح نہیں۔

ہمیں معلوم ہے کہ سورہ ہود کی اس آیت ۴۶ کے تحت اور خصوصاً "انہ عمل غیر صالح" سے نوح علیہ السلام کی بیوی پر بیہودہ الزام رکھنے کی بھی بے جا کوشش کی ہے لیکن ایسے غالی بے حیاؤں کی باتوں کے بیان کے لئے تفسیر کے علاوہ تاریخ و سیر کی کتابیں ہیں اور اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کی احادیث واضح ہیں کہ نبی کے حسب و نسب میں کفر و نفاق ممکن ہے لیکن فعل زنا ممکن ہی نہیں کیونکہ اس سے حسب و نسب کا تعلق ہے اور ہر نبی کا حسب و نسب بتائید ایزدی محفوظ رہا ہے اور کسی کو اپنی عصمت محفوظ رکھنے کی ہدایت کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس میں بدکاری کا خطرہ تھا بلکہ اس ذات کا تعلق ہمیشہ امت کی بیٹیوں کو ایک سبق سکھانا ہے اور اس کا ایسا طریقہ ہر مذہب و ملت میں موجود ہے اور صاحب عقل و فکر سے

یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔

بلاشبہ نوح علیہ السلام کی بیوی منافقہ تھی جیسا کہ لوط علیہ السلام کی بیوی بھی منافقہ تھی لیکن کسی کا منافق ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ وہ زانی یا مشرک بھی تھا اور نہ ہی یہ بات درست ہے کہ کسی منافق یا کافر کو زانی یا مشرک بھی کہا جائے تو خیر ہے۔ بلاشبہ ہر شرک کفر ہے لیکن ہر کفر شرک نہیں اس لیے ہر مشرک کو کافر کہا جا سکتا ہے لیکن ہر کافر کو مشرک نہیں کہا جا سکتا۔ عوام ان باتوں سے اگرچہ ناواقف ہوں لیکن اپنے آپ کو زمرہ علماء اور مفسرین میں شامل کرنے والوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہونی چاہیے تھی۔ نہ معلوم اس طرح کے سوال کیوں اٹھائے گئے اور گندی ذہنیت کے لوگوں نے ایسا گند کہاں کہاں پھیلا دیا۔

بہرحال نوح علیہ السلام کے اس سوال سے آنے والی نسلوں پر یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ وعدہ نجات کا منشا نسل و خاندان نہیں ہے بلکہ ایمان باللہ ہے۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ باقی قوموں کا ذکر کیا اس قرآن کریم کی حامل قوم آج بھی اس غلطی میں اس طرح ڈوبی ہوئی ہے جس طرح پہلی قومیں ڈوبی ہوئی تھیں اور مسلمانوں کی اکثریت آج بھی اس حسب و نسب پر نجات کا دارومدار سمجھتی ہے، چند معدودے آدمی ہوں گے جو اس بیماری کا شکار نہ ہوں بلکہ حکومت کے سربراہوں سے لے کر عوام تک سارے کے سارے اس مرض میں مبتلا ہیں۔ الا یہ کہ اس بندہ پر جس پر اللہ کا خاص فضل ہو۔

تورات کے بیان کے مطابق یہ کشتی 150 دن یعنی پانچ ماہ برابر پانی پر تیرتی رہی۔ اصل حقیقت حال تو اللہ ہی جانتا ہے تاہم انجام کار نوح علیہ السلام کی کشتی "جودی" پر پہنچ کر رک گئی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ اور پھر اللہ کا حکم ہوا کہ اے زمین اپنا پانی پی لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی کا چڑھاؤ اتر گیا اور حادثہ انجام پا گیا اور کشتی جودی پر ٹھہر گئی اور کہا کہ نامرادی اس گروہ کا مقدر تھی جو ظلم کرنے والا گروہ تھا"۔ (ہود ۱۱:۴۴)

پھر تورات ہی کے بیان کے مطابق جودی کو ارارط کے پہاڑوں میں سے بتایا گیا ہے اور ارارط درحقیقت ایک جزیرہ کا نام ہے یعنی اس علاقہ کا نام جو فرات و دجلہ کے درمیان دیار بکر سے بغداد تک مسلسل چلا گیا ہے پانی آہستہ آہستہ خشک ہونا شروع ہو گیا اور ساکنان کشتی نے دوسری بار امن و سلامتی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی زمین پر قدم رکھا اور زمین کا وہ علاقہ جو ایک بار مکمل طور پر تباہ و برباد ہو کر رہ گیا تھا انہی لوگوں سے اللہ نے اس کو پھر آباد کر دیا اور انہی لوگوں کی نسل سے اس واقعہ کو قصہ پارینہ سمجھ کر بھلا دیا اور پھر آہستہ آہستہ وہی کفر و شرک اور فساد فی الارض کی شرارتیں شروع کر دیں۔

اب قابل غور و فکر ایک بات رہ جاتی ہے کہ کیا؟ یہ کہ آیا طوفان نوح پوری دنیا پر تھا یا کسی خاص خطہ پر؟ اس کے متعلق قدیم سے ہمیشہ دو رائیں رہی ہیں اور اسی طرح آج بھی کچھ کی یہ رائے ہے کہ طوفان تمام کرہ ارض پر آیا اور کچھ کی رائے ہے کہ نہیں صرف اس خطہ میں آیا جس میں نوح علیہ السلام کی قوم آباد تھی۔ ظاہر ہے کہ دوسری بات ہی زیادہ صحیح اور یہی معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ یہ قصہ قوم نوح ہی کے نام سے معروف ہے۔

پوری انسانیت کے نام سے معروف نہیں ہے جیسا کہ صالح، ہود اور شعیب علیہ السلام کے قصے بیان کئے گئے ہیں اور یہ بھی کہ پوری انسانیت کے لیے رسول صرف اور صرف ایک ہی بنائے گئے اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، باقی سارے رسول اپنی اپنی قوم ہی کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور حدیث میں اس کی وضاحت بھی موجود و محفوظ ہے۔

قرآن کریم میں صراحتاً موجود ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تبلیغ و دعوت کا فرض انجام دیا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا کہ:

ولقد ارسلنا نوحا الی قومه فلبث فیهم الف سنة الا خمسین عاما. (العنکبوت ۲۹:۱۴)

"ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اور وہ پچاس کم ایک ہزار سال ان کے درمیان رہا"۔

یہ عمر طبعی عمر سے بہت ہی زیادہ ہے اس پر علمائے امت میں سے بعض نے "سنۃ" کے لفظ پر بحث کر کے اس کو مہینہ کے برابر لانے کی کوشش کی اور اس طرح بعض نے "سنۃ" کی تشریح میں اور بھی بہت کچھ کہا ہے۔ اصل حقیقت حال اللہ ہی جانتا ہے لیکن ایک بات قابل ذکر اور قابل غور ہے کہ قرآن کریم نے بہت سے انبیاء کرام علیہ السلام کا ذکر کیا ہے لیکن اس کے ذکر میں اس کی عمر یا اس کی قوم کی عمر کے متعلق کہیں کچھ نہیں کہا اس طرح بہت سے مقامات پر جو کچھ کتب سابقہ میں کہا گیا تھا اس کو حکایتی رنگ میں بھی بیان کیا جب کہ اس میں کوئی کفر و شرک اور بداخلاقی و بدکرداری کی بات نہ تھی۔ اسی طرح نوح علیہ السلام کی عمر کے متعلق ایسا کہنا کفر و شرک کی طرح کی منافقت یا بداخلاقی و بدکرداری کی بات نہ تھی اور تورات میں اسی طرح مذکور بھی ہے لہٰذا اس کا رنگ وہی حکایتی ہو۔ ممکن ہے اور اس جگہ قرآن کریم کی سورۃ العنکبوت کی آیت ۱۴ کے آخری الفاظ سے یہ بات مترشح بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا کہ:

• فاخذهم الطوفان وهم ظلمون. (العنکبوت ۲۹:۱۴)

"آخر کار ان لوگوں کو طوفان نے آگھیرا اس حال میں کہ وہ ظالم تھے"۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی معلوم ہوتی ہے کہ جب طوفان آیا تو اس وقت نوح علیہ السلام ان غرق ہونے والوں میں ساڑھے نو سو سال رہ چکے تھے لیکن آخر نوح علیہ السلام ان غرق ہونے والوں کے بعد بھی تو زندہ رہے اور اس طرح آپ کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے والے بھی اور اس بات کا کہیں ذکر نہیں کہ وہ قوم کی غرقابی کے بعد کتنی مدت تک زندہ رہے۔ اس لحاظ سے مذکورہ عمر بڑھے گی، خواہ یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کتنی مزید بڑھی۔

اس طرح اس سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کشتی میں سوار ہونے کے وقت جن لوگوں کی غرقابی کا حکم ہوا وہ وہی لوگ تھے جنھوں نے نوح علیہ السلام کی شروع سے مخالفت شروع کی تھی یا ان کی نسل کے لوگ تھے چاہے وہ بھی مخالف ہی ہوں کیونکہ اگر وہی لوگ تھے جنھوں نے شروع میں مخالفت کی تھی تو پھر ان سب کی عمر بھی قریب قریب نوح علیہ السلام ہی کے ہوگی یا ان سے کچھ زیادہ یا کچھ کم اور پھر نوح علیہ السلام کے ساتھ بچنے والوں میں وہ لوگ بھی تھے جو شروع ہی میں ایمان لائے تھے یا ان کی اولاد در اولاد۔ اس طرح ان ساری باتوں کا تجزیہ کرنے سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم کا یہ بیان حکایتی رنگ کا ہے اور حقیقت حال اللہ ہی کے پاس ہے اور ظاہر اجو کچھ بیان ہوا ہمارا اس پر پختہ یقین ہے۔

مزید تفصیلات معلوم کرنا چاہیں تو قصص کی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ اب اس جگہ استفادہ کے لئے چند باتوں کا مزید اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے تاکہ کچھ نہ کچھ یاد رہ جائے۔ اللہ کرے کہ ہماری یاد میں کچھ رہ بھی جائے۔

۱) سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو سب سے پہلے توحید الٰہی کا درس دیا اور فرمایا کہ میری قوم کے لوگو! اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔

۲) اگر تم سرکشی سے باز نہ آئے تو اچھی طرح سن لو کہ عذاب کا ایک بڑا ہی دردناک دن آنے والا ہے۔

۳) قوم کے سرداروں اور اونچے درجے کی جماعتوں نے انکار و سرکشی کی۔ صرف معدودے چند لوگ ایمان لائے وہ بھی وہی تھے جو قوم میں بے وقعت سمجھے جاتے تھے اور قوم کے وڈیرے ان کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا بھی پسند نہ کرتے تھے۔

۴) منکرین نے کہا کہ تم بھی ہماری ہی طرح ایک آدمی ہو پھر تمہاری بات کیوں مانیں؟ یعنی اگر تم میں کوئی ایسا اچنبھا پایا جاتا ہو اور آدمیوں میں نہیں پایا جاتا یا دیوتاؤں کی طرح اتر آئے ہوتے تو تمہاری

تصدیق کرتے۔

۵) منکرین نے یہ بھی کہا کہ جو ہم میں کمینے اور بے وقعت ہیں وہی بے سمجھے بوجھے تمہیں مان رہے ہیں آخر کوئی باپ دادا والا آدمی آپ کی بات سننے کے لئے تیار بھی ہے؟ پھر کیا ان بے وقوفوں کی طرح ہم بھی مان لیں؟ اور پھر یہ بھی کہ ہم ایسی جماعت میں کیونکر شریک ہو سکتے ہیں جہاں رذیل و شریف میں کوئی امتیاز نہیں ہے؟

۶) سیدنا نوح علیہ السلام نے کہا کہ انسان کی ہدایت تو انسان ہی کے لئے ہو سکتی ہے اور وہ اتنا ہی کر سکتا ہے جو اس کے اختیار میں ہے تم کہتے ہو کہ میں جھوٹا ہوں لیکن یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم مجھے سچا سمجھتے ہوتو کیا اس بات کی توقع کرتے کہ میں جبراً تم کو بھلائی کی راہ دکھاؤں اور اس پر بزور چلا بھی دوں؟ اللہ کی طرف سے کتنی ہی واضح دلیل حق مجھے مل گئی ہو لیکن تم سمجھنے سے انکار کر دو تو میں کیا کر سکتا ہوں؟

۷) انھوں نے کہا کہ تم جتنے لوگوں کو ذلیل سمجھتے ہو میں بھی تمہیں کہوں گا کہ وہ ذلیل ہیں اور انہیں خوبی و سعادت نہیں مل سکتی اگر میں ایسا کروں تو اللہ کے مواخذہ میں گرفتار ہو جاؤں۔

۸) انھوں نے فرمایا کہ میرا دعویٰ تو صرف یہ ہے کہ میں سچائی کا پیغامبر ہوں مجھے طاقت و تصرف کا دعویٰ نہیں اور نہ ہی انسانوں سے برتر کوئی ہستی ہوں۔

۹) منکروں نے ان دلائل و مواعظ پر غور کرنے سے انکار کر دیا بلکہ وہ ان باتوں کو "جدال" سے تعبیر کرنے لگے اور یہاں تک سرکشی کی کہ خود عذاب کے ظہور کا مطالبہ کرنے لگے۔

۱۰) اس پر ارشاد الٰہی ہوا کہ کہہ دے تم کہتے ہو کہ میں مفتری ہوں تو میرا گناہ مجھ پر اور تم سچائی کو جھٹلا رہے ہو تو اس کی پاداش تم کو جھیلنی ہے میں اس سے بری ہوں، اب فیصلے کا انتظار کرو۔

۱۱) حضرت نوح علیہ السلام کا وحی الٰہی سے مطلع ہونا کہ جو ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا کوئی ایمان لانے والا نہیں اور یہ کہ ملک غرق ہونے والا ہے پس ایک کشتی بنالو۔

۱۲) یہ باتیں سن کر منکرین کا تمسخر اڑانا۔

۱۳) طوفان کا ظہور اور حضرت نوح علیہ السلام کا کشتی میں سوار ہونا اور ان سب لوگوں کو ساتھ لے لینا جن کے ساتھ لینے کا حکم ہوا۔

۱۴) سیلاب نے اتنا گہرا پانی جمع کر دیا تھا اور طوفانی ہواؤں کا یہ عالم تھا کہ اونچی اونچی موجیں اٹھنے لگی تھیں۔

۱۵) حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے نے ان کا ساتھ نہ دیا اور انجام کار غرق ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ اے اللہ! وہ میرے اہل میں سے تھا۔ حکم ہوا نہیں! اس لیے کہ وہ بدعمل تھا اور بدعمل تیرے اہل میں داخل نہیں۔

۱۶) یہ آیت اس بات میں قطعی ہے کہ جسمانی رشتہ نجات کے لئے کچھ سودمند نہیں جو کچھ ہے فقط ایمان وعمل ہے جو انسان نے خود کیا۔

۱۷) حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے کے کفر کی یقیناً خبر تھی اللہ تعالیٰ سے جو سوال کیا وہ بیٹے کی ہلاکت کے بعد تھا اور اس سوال وجواب سے آنے والی نسلوں کو تنبیہ کرانا تھا اور یہ پیرایہ بیان قرآن کریم میں عام ہے اور ان ہی آیات کے اندر اس کی وضاحت بھی موجود ہے کہ تیرے اہل میں سے جو ظالم ہوا اس کو عذاب الٰہی سے نہیں بچایا جائے گا۔

۱۸) سورۃ القمر ۵۴: ۱۱ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آسمان سے لگاتار بارش ہوتی تھی اور علاقہ کی تمام نہروں میں بہت بڑا سیلاب آ گیا تھا اور تورات میں بھی اس طرح کا بیان موجود ہے۔

۱۹) حضرت نوح علیہ السلام کا ظہور اس سرزمین میں ہوا تھا جو دجلہ اور فرات کی وادیوں میں واقع ہے اور دجلہ وفرات آرمینیا کے پہاڑوں سے نکلتے ہیں اور بہت دور تک الگ الگ بہہ کر عراق زیریں میں باہم مل جاتے ہیں اور پھر خلیج فارس میں سمندر سے ہم کنار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آرمینیا کے یہ پہاڑ "اراراط" کے علاقہ میں واقع ہیں لیکن قرآن کریم نے اس جگہ کا نام لیا جہاں کشتی ٹھہری تھی اور "جودی" تھا۔

۲۰) تاریخ ہم کو بتاتی ہے کہ یہ واقعہ تاریخی ہے اور آٹھویں صدی مسیح تک وہاں ایک معبد موجود تھا اور لوگ اس کو "کشتی کا معبد" کہتے تھے۔

۲۱) ایک ایسے طوفان وسیلاب کے بعد ملک کی جو حالت ہو گئی ہو گی اس کی ہولناکی بالکل واضح ہے اور کشتی کے مکینوں کو یہ خیال لاحق ہوگا کہ اس سرزمین میں اب کیونکر زندگی بسر ہو گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے وحی کر دی کہ سلامتی اور برکت کے ساتھ زمین پر قدم رکھو تمہارے لئے اب خوف کی کوئی بات نہ ہوگی اور تم کو زندگی کی تمام برکتیں حاصل ہوں گی لیکن آہستہ آہستہ آنے والی امتیں وہی کچھ کریں گی جو ہلاک شدگان نے کیا تھا اور پھر وہ بھی اپنا حشر دیکھ لیں گے۔

کفار سے موالات

سرسید احمد خانؒ

خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

لا یتخذ المؤمنون الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شیء الا ان تتقوا منھم تقٰۃ ویحذرکم اللہ نفسہ والی اللہ المصیر ○ قل ان تخفوا ما فی صدورکم او تبدوہ یعلمہ اللہ ویعلم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض واللہ علیٰ کل شیء قدیر ○

"نہ بنائیں مسلمان کافروں کو دوست سوائے ایمان والوں کے اور جس نے ایسا کیا تو اللہ سے اس کیلئے کچھ نہیں مگر یہ کہ تم ان (کے شر) سے بچنے کیلئے ایک بچاؤ کرو اور اللہ اپنے سے تم کو ڈراتا ہے اور اللہ کے پاس جانا ہے کہ دو (اے پیغمبر) اگر تم چھپاؤ گے جو کچھ تمہارے دل میں ہے یا اس کو ظاہر کرو گے اس کو خدا جانتا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

اس آیت کی نسبت مسلمان عالموں نے بہت بحث کی ہے اور متعدد معنی نکالے ہیں مگر تمام آیت پر غور کرنے سے ظاہر ہے کہ اس میں کافروں کے ساتھ محبت یا دوستی فی الدین ممنوع ہے یعنی کافروں سے اس وجہ سے دوستی ومحبت کرنی کہ ان کا دین اچھا ہے منع بلکہ کفر ہے اور اس کے سوا اور قسم کی دوستی ومحبت ممنوع نہیں ہے۔

تخصیص خود اس آیت سے ظاہر ہے کیونکہ اسی میں فرمایا ہے "ومن یفعل ذٰلک فلیس من اللہ فی شیء" "جس سے اس دوستی کرنے والے کا کفر لازم آتا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ

وہ محبت منجر بکفر نہ ہو اور وہ منجر بکفر نہیں ہو سکتی جب تک کہ تحسین فی الدین نہ ہو۔

اصل یہ ہے کہ جب مسلمان کافران مکہ کے پنجے میں پھنس جاتے تھے تو وہ ان کو ایذا دیتے تھے اور اسلام سے پھیر کر پھر اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتے تھے۔ اس مصیبت کے سبب یہ حکم نازل ہوا ہے جس میں یہ ہدایت ہے کہ کافروں سے دوستی و محبت فی الدین مت کرو لیکن اگر ان کے شر سے بچنے کیلئے بچاؤ کر لو تو کچھ گناہ نہیں ہے کیونکہ دل کی بات اور ظاہر کی بات سب خدا جانتا ہے۔ یہ آیت مثل سورہ نحل کی آیت کے ہے، جہاں کافروں کے عذاب کی نسبت خدا نے فرمایا ہے کہ "الامن اکرہ وقلبه مطمئن بالایمان" یعنی جس شخص نے جبر سے کفر کی بات کہہ دی ہے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے تو اس کو کچھ عذاب نہ ہوگا۔

علمائے مفسرین نے اگرچہ متعدد تاویلیں اس آیت کی کی ہیں مگر وہ مطلب بھی جو ہم نے بیان کیا ہے انہوں نے تسلیم کیا ہے۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ چند یہودیوں نے مسلمانوں سے میل جول اس غرض سے شروع کیا کہ ان کو ان کے دین سے پھیر دیں۔ رفاعہ بن المنذر اور عبدالرحمن بن جبیر وسعد بن خیثمہ نے ان مسلمانوں سے کہا کہ تم ان سے بچے رہو کہ تم کو تمہارے دین سے نہ پھیر دیں، اس پر آیت نازل ہوئی۔

اسی تفسیر میں "الا ان تتقوا منهم تقاة" کے ذیل میں ایک قصہ لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دو صحابیوں کو مسیلمہ کذاب نے پکڑ لیا۔ مسیلمہ کہتا تھا کہ قوم قریش کیلئے تو محمد ﷺ پیغمبر ہیں اور بنی حنیفہ کیلئے میں پیغمبر ہوں۔ اس نے ایک صحابی سے پوچھا کہ محمد پیغمبر ہیں انہوں نے جواب دیا کہ ہاں، ہاں، ہاں۔ پھر اس نے پوچھا کہ میں بھی پیغمبر ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ جب دوسرے صحابی سے پوچھا کہ محمد پیغمبر ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں اور جب یہ پوچھا کہ میں بھی پیغمبر ہوں تو انہوں نے کہا میں بہرا ہوں۔ اس پر مسیلمہ نے ان کو مروا ڈالا۔ جب آنحضرت ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو اپنے یقین پر مارا گیا اور اس نے رخصت پر عمل کیا۔

اسی تفسیر میں لکھا ہے کہ کافروں کی دوستی تین طرح پر ہو سکتی ہے۔ ایک یہ کہ اس کے کفر کو پسند کرتا ہو اور کفر کے سبب اس سے دوستی رکھتا ہو۔ ایسی دوستی تو منع بلکہ کفر ہے۔ دوسرے یہ کہ دنیاوی امور میں بحسب ظاہر معاشرت جمیلہ یعنی اچھا میل جول ہو اور یہ ممنوع نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ کافروں کے ساتھ میلان ہونا اور ان کی اطاعت اور مدد اور نصرت کرنا بسبب قرابت کے یا محبت کے اس اعتقاد کے ساتھ کہ ان کا مذہب باطل ہے ممنوع ہے مگر کفر نہیں۔ مگر ممنوع ہونے کی جو وجہ لکھی ہے وہ محض ناکافی ہے

یعنی اس میں لکھا ہے کہ ممنوع اس لئے ہے کہ اس طرح کا برتاؤ کبھی ان کی کفر کی پسندیدگی پر منجر ہو جاتا ہے مگر یہ بات محض لغو اور خود اپنے خیال سے پیدا کی ہوئی ہے جو مذہبی مسئلہ کی بنیاد نہیں ہو سکتی۔

پس ان تمام روایتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ کفار سے محبت اور دوستی من حیث الدین ممنوع ہے اس کے سوا کسی قسم کی دوستی اور معاشرت و محبت و وفاداری اور امداد اور کسی طرح کی راہ و رسم مذہب اسلام کی رو سے ممنوع نہیں ہے۔

گڑھے اشکال کے، تقلید کے بھرنے ہوئے واجب
نئے سر سے مجھے قرآں کی تفسیر کرنا ہے
مرے چارہ گرو! پھر سے ہمہ تن گوش ہو جاؤ
کہ عہد کم نگاہی پر مجھے تقریر کرنا ہے

توڑ دے کڑیاں غلامی کی، اہن زنجیر کا
اک جہاں ہے منتظر پھر سے تری تدبیر کا
عقل جامد، سوچ جامد، فکر فردا کچھ تو ہو
دور ہے قانون نو کا، اک نئی تفسیر کا

سوادِ شام سے پہلے (شعری مجموعہ) نگار سجاد ظہیر

ماہنامہ ترجمان القرآن حسن البناء شہید نمبر
مدیر: پروفیسر خورشید احمد
ماہ اشاعت: مئی 2007ء قیمت: 90روپے
ناشر: ادارہ ترجمان القرآن 5A ۔ ذیلدار پارک اچھرہ لاہور (زیر اہتمام البلاغ ٹرسٹ)
تبصرہ نگار: محمد اعظم سعیدی

حسن البناء کے تحریکی اور دعوتی کارنامے کا اعتراف ہر وہ شخص کرے گا جس کا قلب وذہن نور ایمان سے مستنیر ہے، اس پارہ صفت انسان نے اپنے عمل وکردار اور فلسفہ وافکار سے نہ صرف لوگوں کے قلب ودماغ کو متاثر کیا ہے بلکہ انہیں دین وشعائر کا خوگر بنایا تھا مصر کے روشن خیالوں نے دین کے خلاف جو محاذ قائم رکھا تھا اور اسلامی سوسائٹی کو جس طرح وہ موڈریٹ سوسائٹی بنانے کا عزم کر چکے تھے اس سیلاب کو صرف حسن البناء اور اس کی قائم کردہ تنظیم اخوان المسلمون نے روکا، حالانکہ اس دور میں نامور جامعات کے نابغہ روزگار بھی ان کے خلاف لب کشائی کی جرات نہ کر سکے تھے۔

حسن البناء شہید 17,18 سال کی عمر میں ہی اپنے دعوتی کام میں مشغول نظر آتے ہیں مگر انہوں نے منظم طریقے سے اس کام کا باقاعدہ آغاز 1928ء میں اسماعیلیہ کے مقام سے کیا تھا، وہ عہد حاضر کے دعوتی کام کے داعیوں کی طرح محض مساجد یا مدارس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے کی بجائے قاہرہ اور اسکندریہ کے ان مقامات کا انتخاب کرتے ہیں جہاں صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے، اللہ اور اس کے پسندیدہ دین سے دور، اطاعت احکامات سے مفرور، محافل نشاط وطرب میں مسرور، خودسر ومغرور لوگ جمع ہوتے ہیں، وہ ایسے مقامات پر جا کر لوگوں سے مخاطب ہوتے اور انہیں اپنے رب کی محبت اور خالق سے تعلق خاطر کی لذت سے آشنا کرتے، یہ نیک خو، نیک خصلت، پاکیزہ سیرت شخص، ابدی ودائمی فلاح کے راز کو اپنی ذات تک محدود رکھنے کی بجائے دوسروں کو بھی لذت آشنا کرتا نظر آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اپنی جدوجہد کے 21 سالہ مختصر عرصہ میں ہی اس نے نہ صرف مصر بلکہ سارے جزیرۃ العرب کا نقشہ ہی بدل دیا۔

حسن شہید کے نزدیک نظام زندگی کی پوری عمارت بندگی الٰہی کی بنیاد پر قائم ہے اور وہ فرد، معاشرہ، ریاست اور تاریخ کیلئے دعوت انقلاب اسلام اور قرآن کو قرار دیتے ہیں، اپنے اسی فلسفہ کی بنیاد پر حسن شہید نے اپنی تنظیم اخوان المسلمون کے ارکان میں ایک حسین خوبی یہ پیدا کردی وہ سب تعلق باللہ اور ربط بالقرآن کے سلک میں جڑے ہوئے تھے، بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حسن شہید کا منشور قرآن تھا اور اسی کے تحت وہ عالم اسلام کی وحدت کے داعی تھے، ان کی دعوت کے اثر سے ہی اخوان نے

خود کو قرآن کے ساتھ لازم کر لیا تھا اور ہونا بھی چاہیے تھا کیونکہ قرآن زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے، قرآن سے سب کچھ حاصل ہوتا ہے، جب انسان آنکھیں کھول کر اور ملکہ تفہیم سے قرآن پڑھتا ہے تب اسے ادراک ہوتا ہے کہ انسان کی رہنمائی کیلئے سب کچھ اسی قرآن میں ہے۔

حسن البناء نے جن ناسازگار حالات میں اسلام کی سربلندی کیلئے جدوجہد کی اس کی مختصر تصویر کشی پروفیسر خورشید احمد کے لفظوں میں یوں کی جا سکتی ہے کہ ایک جانب تو تراپکا یعنی طاغوتی قوتیں، اشرافیہ اور مہم جو جرنیلوں کا اتحاد تھا جو اقتدار پر قابض ہو کر انسانی لہو کی ہنڈیاں لے رہے تھے، جرنیلی قبضہ گیری کا یہ سلسلہ مصر سے ہوتا ہوا 1958ء میں پاکستان آ پہنچا اپنی ہی قوم کو فتح کرنے کی انسانی اس جرنیلی لہر نے نو آزاد افریقی ممالک پر بھی مغربی پنجے گاڑ دیے، فوجی معاہدات کی زنجیروں میں غلاموں کی طرح جکڑ کر اپنے تابع مہمل رکھا جائے، اس کی تکمیل کیلئے سامراجیوں نے فوجی جرنیلوں کو ہی اپنا ایجنٹ اور حلیف سمجھا کہ ہماری مدد سے یہی جرنیل ہی اپنے ملکوں میں شب خون مار کر اقتدار پر قبضہ کر سکتے ہیں اور ہمارے حکم پر اپنی قوم سے للہیت، بندگی اور دینی جذبات کو ختم کر سکتے ہیں، ایسے حالات میں حسن البناء اور ان کی جماعت مغربی استعماریت اور ان کے آلہ کار جرنیلوں کے سامنے سد سکندری بن کر کھڑی ہوگئی، حسن شہید نے معاشرتی، سماجی اور سیاسی غلاموں کی رہ وردے کیلئے قریہ قریہ کوچہ کوچہ اور گھر گھر جا کر رابطہ کیا اور ان تک اپنی سوچ وفکر پہنچائی۔

حسن البناء نے افراد سازی اور پھر ان کی اخلاقی وفکری تربیت، اور معاشرے کو اسلامی قلب میں ڈھالنے کے لئے جو قرآنی عمرانی پروگرام مرتب کیا اس کی تکمیل کے لئے بے پناہ سعی وجدوجہد نے حسن کو ایک منفرد ویگانہ حیثیت کا مالک بنا دیا ہے۔ اخوان المسلمون کے علاوہ اس طرح کی متعدد تحریکوں نے حسن سے بہت کچھ حاصل کر کے اعلانیہ بھی اور اس کے طریقے کو اپنا کر بھی اسے استاد تسلیم کیا ہے۔

حسن شہید واقعی ایک استاد، ایک مربی، ایک ریفارمر اور ایک رہنما تھے، وہ کتنے بڑے انسان تھے، اس کا اندازہ ترجمان القرآن میں حسن البناء کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان مضمون نگاروں کی عظمت سے لگایا جا سکتا ہے ابوالحسن علی ندوی، سید قطب شہید، جسٹس عبدالقادر عودہ، عبدالغفار عزیز، سید ابوالاعلیٰ مودودی، سعد الدین الولیلی، آیت اللہ محمد علی تسخیری، وغیرہ جیسے نامور حضرات جو خود اپنی اپنی جگہ اسکول آف تھاٹ کی حیثیت رکھتے ہیں جب یہ حضرات حسن شہید کی عظمتوں کے گیت گا رہے ہیں تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حسن اپنے وقت کا کتنا بڑا آدمی ہوگا۔ ادارہ القرآن نے حسن البناء شہید نمبر شائع کر کے ان کی خدمات کا صحیح اعتراف کیا ہے۔

التفسیر اہل علم کی نظر میں

پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی

سابق ڈین، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

محترمی جناب ڈاکٹر محمد شکیل اوج صاحب

مدیر اعلیٰ سہ ماہی ''التفسیر'' کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سراپا سپاس ہوں کہ چند ماہ سے آپ کے زیر ادارت شائع ہونے والا علمی، فکری اور تحقیقی مجلہ ''التفسیر'' باقاعدگی سے موصول ہو رہا ہے۔ اتنے وقیع علمی اور تحقیقی مجلہ کی اشاعت پر ہدیہ تبریک قبول کیجئے۔ پاکستان میں خالص علمی اور فکری مجلات کی شدید کمی ہے اور دینی صحافت بالعموم گروہی نمائندگی کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔ اس کے بے اثر ہونے کی وجہ بھی یہی ہے۔ آپ کی یہ کاوش لائق صد تحسین ہے کہ آپ نے ایک ایسا تحقیقی مجلہ متعارف کروایا جس کے مقالات کے تنوع سے معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب فکر کی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر حکمت و دانش کی ریزہ چینی کے لیے ہر محقق و مفکر کی رائے سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

میرے خیال میں ہمارے معاشرے میں مذہبی روایات سے وابستگی میں کوئی کمی نہیں بلکہ شاید یہ شدید سے شدید تر ہوتی جاری ہے لیکن ہم نے صدیوں سے قرآن کے ساتھ ایک زندہ کتاب کا سا معاملہ کرنا ترک کر دیا ہے۔ آپ سے امید ہے کہ آپ اپنے وقیع مجلہ کے ذریعے زندگی کو قرآنی دانش سے وابستہ کرنے پر زیادہ توجہ دیں گے اور ایسے موضوعات آپ کی اولین ترجیح ہوں گے جو دور حاضر میں جدید ذہن کے لیے چیلنج یا الجھن ہیں اور ان کے حل کے لیے قرآن سے رہنمائی کی ضرورت ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بمع اہل خانہ، احباب و رفقاء عافیت سے رکھے اور آپ کی علمی کاوشوں کو حسن قبول سے نوازے۔

محمد طفیل ہاشمی

مکان نمبر 104 اسٹریٹ 10

گلشن خداداد، اسلام آباد

اشہد رفیق ندوی

برادر مکرم ڈاکٹر اوج صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا۔ ادارہ علوم القرآن میں آپ کا موقر رسالہ التفسیر دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ عرصہ سے خواہش تھی کہ کاروان علوم القرآن میں تازہ دم سپاہی شامل ہوں۔ قرآن مجید کے ساتھ مخصوص، خصوصی رسالہ دیکھ کر طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوشش کو قبولیت عطا فرمائے اور امت مسلمہ بلکہ پوری انسانیت کو اس کتاب ہدایت سے وابستہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے قرآنیات میں خصوصی دلچسپی ہے بلکہ میرے علمی تگ و دو کا محور قرآن مجید ہی ہے۔ دو کتابیں اور متعدد مضامین اس موضوع پر لکھے ہیں۔ اگر آپ اپنے قلم کاروں کی فہرست میں مجھے شامل کرنا چاہیں تو میرے لیے سعادت کی بات ہوگی۔ حاضرین کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

والسلام، طالب دعا

اشہد رفیق ندوی

10 قنبر کمپلیکس نزد ایم یو کالج

دودھپور، علی گڑھ۔ 202002

نوٹ: آپ خود کو التفسیر کے قلمکاروں کی فہرست میں شامل سمجھئے۔ (ادارہ)

مقالہ نگاروں کے لیے خصوصی ہدایات

۱۔ مقالات علمی، فکری و تحقیقی نوعیت کے ہونے چاہئیں۔
۲۔ مقالات فل اسکیپ سائز کے اوراق پر کاغذ کے صرف ایک طرف خوشخطی سے لکھیں جائیں۔
۳۔ مقالات فل اسکیپ سائز کے ۲۹ صفحات سے زیادہ کے نہ ہوں۔
۴۔ کمپوزڈ مقالے مع سی ڈی کے قابل ترجیح ہوں گے۔
۵۔ بہتر ہوگا کہ مقالے کی اصل کاپی کے ساتھ دو عدد نقول بھی ارسال کی جائیں۔
۶۔ مقالات ریفریز کی مثبت رپورٹس کے بعد شائع کیے جائیں گے۔
۷۔ مقالہ نگار حضرات پہلے سے شائع شدہ مقالات ہرگز نہ بھیجیں۔

خصوصی نوٹ:

مجلس التفسیر بعض ممتاز و مشاہیر کے بعض علمی، فکری و تحقیقی مضامین منتخب کر کے شائع کرتی ہے جو وہ اصل علمی و دینی جذبہ کے تحت نظر ایسا کرتی ہے۔ مجلس التفسیر یہ سمجھتی ہے کہ یہ کام غیر معیاری مقالات سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ پرانے مضامین شائع کیے جائیں۔

4. ROLE OF GOVERNMENT

1. First Islamic state was established in Medina after writing the Misaq (first written constitution of Islamic state 1st Hijra) which has six main objectives.

2. Prophet (PBUH) did not explain the details of the rules of the transfer of power. In the modern times, transferring of power through elections is the best method.

3. National and International conflicts can be decided by the ruler after consultation of his Majlis-e-Shura.

4. The prophet (PBUH) took over existing established regime and gradually modified it over time.

RECOMMENDATIONS

1. Islamic Government should provide good Governance for different institutions of public interest.
2. Ensures basic human rights, welfare and peace for all human beings.
3. Ensures justice and elimination of violence and crimes from the society.
4. Promotes tolerance for other religions and minorities.
5. Maintains law and order in the country for which use of coercive force is justifiable.
6. Provides strategies for balanced growth and prosperity.
7. Promotes true values of Islam which are peace, tolerance and harmony etc.
8. Enforcement of law in the country.
9. Prophet (PBUH) did not explain the details of the rules of the transfer of power. In the modern times,

transferring of power through elections is the best method.

10. Islamic state should function within the universal moral parameters which ensure social justice, equality and basic human rights.
11. No person or group of persons should possess veto rights to declare any law Islamic or un-Islamic.
12. Government can levy extra taxes to provide the basic necessities of life to its residents and to redistribute wealth.
13. Rationale and justification of privatization needs to be debated and discussed by CII.

In the plenary session Mr. Muhammad Ejaz-ul-Haq, Federal Minister, Ministry of Religious Affairs, Zakat & Ushr was the Chief Guest. He said that Council of Islamic Ideology is taking Pakistan on a path for which it was created. He further stated that greatness of Islam lies in its comprehensiveness. Islam is the first religion which introduced the element of reason and Islam lays great stress on moderation in all aspects of human life. He emphasis on the need of Ijtihad for the solution of modern economic issues faced by Ummah.

11. Lack of productive assets.

12. The system of Zakat was successful in the early Islamic period.

13. Poor, needy, administration, Moalefat ul Qloob, Freeing of slaves and indebt, cause of Allah and wayfarer.

14. Zakat system of the good old truly Islamic rulers can be successful in alleviating poverty if all Muslims declare all their assets beyond the nisab and exemptions.

15. Rulers should treat all this as public money.

16. The way Zakat is administered, public has no faith on government.

EVALUATION OF THE PRESENT ZAKAT SYSTEM

17. Zakat collection increased from Rs. 844 millions in 1980/81 to 4,309 millions in 1999/2000 and then declined to 3,770 in 2002/03.

18. Zakat disbursement declined by 33% to Rs. 5.3 billion in 2003/04 compared with about 8 billion in Zakat funds during 2002/03.

19. High disbursement was possible due to accumulated reserves.... Built up in previous years.

20. After exhausting these reserves sustainability of disbursement will be a serious problem.

21. Public Zakat is disbursed to 1.1 millions.

22. Public Zakat is distributed under seven heads.

a. Subsistence allowance, Education stipend, Grants to Deeni Madarassa, Healthcare, Social Welfare, Marriage Assistance and Rehabilitation grants.

23. Coverage of Zakat is far less than the eligible people for Zakat.

24. 2.2% of the household received Zakat from public sources and 1.3%from private sources and 0.6 from both the sources (PSES).

25. Leakages in the distribution system of Zakat is significant (16.2% - PSES).

26. The present practiced Zakat system is unable to over come the problem of poverty.

27. If Zakat is collected to its potential then it can eliminate the poverty.

28. Studies show that surplus can be generated if Zakat is implemented to its true spirit.

29. Some countries can generate surplus other deficit in generating funds through Zakat, and if Zakat distribution is globalized then all poor of the Muslim countries can be taken care off.

QUESTIONS NEED CONSIDERATIONS:

1. Why the present Zakat and bait-ul-mall are unable to mitigate poverty and ensure these rights?

2. Coverage of Zakat: Coverage of Zakat reconsidered since the forms of wealth and their relative importance have been changed overtime.

3. Change in rate of Zakat.

4. Is Tamlik a necessary part of Zakat?

5. Payment of Zakat individually / privately.

6. Distribution of Zakat globally.

1. It is a good practice that the State Bank has allowed Islamic Banking along with the conventional banking and that would improve the financial system.

2. Islamic financial institutions started their function in 1970s and CII has been at the forefront to devise best alternatives to the interest based system.

3. More than 200 Islamic financial institutions with the investment funds in excess of $500b world wide.

4. Murabaha, sukuk and diminishing musharaka etc. mimic conventional banking system despite their high growth and expansion in the Muslim world.

5. Islamic financial system is based on equity, justice and efficiency.

6. Conventional financial system is creating inequality and injustice in the society.

7. Small capital, less qualified staff and lack of transparency are the problems faced by Islamic banking system.

8. There was controversy if the micro finance, an interest based system, has been successful in reducing poverty or not.

9. *Sukuk* is widely being accepted by the western world, even (Germany , UK and others)

RECOMMENDATIONS:

1. In the education system Islamic banking and accounting should introduced in the syllabi.
2. Bank in Pakistan use KIBOR or LIBOR as bench mark for the determination of their rate of return which need to be replaced by Islamic index.

3. Shariah's scholars must find out solutions to conventional hedging, sale of deeds and securitizations.
4. The dialogue on Riba free system should include Muslims as well as non-Muslims with an open mind.
5. Shariah and Fiqh must be differentiated – Shariah is divine law but Fiqh is not so.
6. "Riba free banking" is better nomenclature than "Islamic Banking" in order to include all the groups of community.
7. CII must look into Fatwas on interest based financing in order to suggest solutions to meet the challenges of globalization.
8. CII, with the combined efforts of Ulemas, Economists and Practitioners, should design standardized products in accordance with the need of modern financial system.

3. POVERTY AND ZAKAT

1. 1960s witnessed high level of poverty (around 40 percent)

2. 1970s saw declining trend in poverty until 1987/88.

3. 1987/88 turning point. Declining trend in poverty reversed.

4. Poverty was high in 1990s and up to 2001/02: poverty varied between 32% to 36% (methodological differences).

5. Poverty claimed to below (about 23%) now, (controversial)

6. Rates of Zakat differ according to different categories.

7. Reasons / Characteristics of poor in Pakistan .

8. Large family size.

9. Unemployment and underemployment.

10. Lack of education.

12. Dr. Hafiz Muhammad Shakil Auj

13. Dr. I. A. Farooq

14. Prof. Syed Nawab Haider Naqvi

15. Mr. Sartaj Aziz

16. Dr. Faiz Bilqees

17. Dr. Nadeem Inayat

18. Mr. Husnul Amin (Germany)

19. Mr. Ibrahim Naiya Sada (Nigeria)

20. Mr. M. Umer Chapra (Saudia Arabia)

21. Mr. Farrukh Iqbal

22. Prof. Dr. Muhammad Akhtar Siddiqui

23. Prof. Khurshid Ahmad

24. Dr. Ishrat Hussain

25. Dr. Farooq Khan

Main questions and policy recommendations of the conference which are as under were presented in the plenary session by Dr. Muhammad Khalid Masud, Chairman, Council of Islamic Ideology:

INTEREST FREE FINANCIAL INSTRUMENTS

1. It was pointed out that at all places in Quran where Riba is mentioned is has been with reference to Zakat, Infaq and Sadaqat and therefore Riba is exploitative and all forms of exploitation need to be avoided.

2. Some of the participants thought that bank interest rates may not be Riba as it is not exploitative, but it was pointed out that all types of interest are Riba.

3. Riba has many forms including taking advantage of ignorance, cheating, exploitation and forward buying and it was suggested that for hedging a solution will have to be found.

4. It is generally suggested that Riba is disallowed only because it is exploitative but it was pointed out that when Riba is compared with trade it implies that if a particular transaction generates value added then an agreed part of the value added can be shared, i.e profit loss sharing.

5. The report of the Council of Islamic Ideology suggests that the money is just any other commodity but the paper money is not a commodity and its value is determined by the buying power and if the buying power changes as a result of inflation then would the nominal interest equivalent to the inflation rate can be called Riba.

6. As long as the Muslim countries depend on the foreign loans it may be difficult to get the interest free loans unless we come out with better alternatives which are sharia compliant.

RECOMMENDATIONS:

1. There is a need to educate people about the Islamic banking especially the Islamic Bankers.

2. There should be a continued dialogue between Islamic Bankers, Islamic Economists, Sharia Scholars and those working in the conventional banking with an open mind.

3. Some of the alternatives followed in the name of Islamic Banking are more exploitative than Riba and that must be avoided.

2. <u>Islamic Banking</u>

قرآن مجید کے آٹھ منتخب اردو تراجم کا تقابلی جائزہ
(تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ۔ ڈی)
ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج
صفحات:۳۹۳ قیمت:۳۰۰روپے
ناشر: دارالقلم کبیر رحمان مارکیٹ،
غزنی اسٹریٹ، لاہور

اصول حدیث و تاریخ حدیث
(برائے طلباء ایم اے اسلامک اسٹڈیز)
ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج
صفحات:۲۳۰ قیمت:۱۲۰روپے
ناشر: یونیورسل پبلیکیشنز، نوشین سینٹر،
اردو بازار، کراچی

نوے سالہ اشاریہ
ماہنامہ معارف اعظم گڑھ
مرتب: محمد سہیل شفیق
صفحات:۶۳۳ قیمت:۵۵۰
ناشر: قرطاس، پی او بکس:۸۴۵۳،
کراچی یونیورسٹی، کراچی

حضرت غوث اعظم کے صوفیانہ تفسیری نکات
علامہ محمد اعظم سعیدی
صفحات:۲۲۴
قیمت:۱۲۰روپے
ناشر: مکتبہ فیض القرآن،
اردو بازار، کراچی

دینی اخلاقیات کے قرآنی مفاہیم
مصنف: پروفیسر توشی ہیکو ازتسو
مترجم: ڈاکٹر محمد خالد مسعود
صفحات:۳۹۶ قیمت:۳۷۵روپے
ناشر: ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور

مشرق وسطیٰ کا بحران
مرتب: زیبا افتخار، محمد سہیل شفیق
صفحات:۴۷۵ قیمت:۳۸۰روپے
ناشر: قرطاس، پی او بکس:۸۴۵۳،
کراچی یونیورسٹی، کراچی

"Islam & Current Economic Issues"

Riaz-ur_Rehman

Secretary, Council of Islamic Ideology, Islamabad

Council of Islamic Ideology organized an International conference on "Islam & Current Economic Issues" on 1st – 2nd June 2007, at the Conference Hall of the Council. Sub – themes of the conference are as under:

Analysis of the CII Reports on Elimination of Riba

Poverty Alleviation: Zakat - Bait ul Mall

Islamic Banking

Nature and Role of the Government in Islam

The following distinguished national and international scholars participated in the conference:

1. Dr. Muhammad Fahim Khan (Saudia Arabia)
2. Dr. Muhammad Khalid Masud
3. Dr. Mahmood Shafqat
4. Dr. Muhammad Arif
5. Dr. Manzoor Ahmad
6. Dr. A. R. Kemal
7. Prof. Dr. Sayyid Tahir
8. Dr. Nasim Shah Shirazi
9. Dr. Syed Tahir Hijazi
10. Dr. Khalid Zaheer
11. Dr. Mohsin Naqvi